# بلاک: 3 عربی شاعری

## فہرست


| اکائی نمبر | | عنوان |
|---|---|---|
| اکائی | 1 | شعر کی لغوی و اصطلاحی تعریف |
| اکائی | 2 | شعر کے عناصر |
| اکائی | 3 | شعر کی خصوصیات (خصائص الشعر) |
| اکائی | 4 | اصنافِ شاعری: |
| | | (1) غنائی شاعری |
| | | (2) تمثیلی شاعری |
| اکائی | 5 | اصنافِ شاعری: |
| | | (1) قصصی شاعری |
| | | (2) تعلیمی شاعری |

# اکائی: 1 شعر کی لغوی و اصطلاحی تعریف

اکائی کے اجزاء

1.1 مقصد

1.2 تمہید

1.3 شعر کا لغوی مفہوم

1.4 شعر کا اصطلاحی مفہوم

1.5 خلاصہ

1.6 نمونے کے امتحانی سوالات

1.7 فرہنگ

1.8 مطالعے کے لیے رہ نما کتابیں

## 1.1 مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طالب علم شعراور شاعری کی حقیقت اورعربی نظم کی لغوی واصطلاحی تعریفوں سے واقف ہو سکے گا۔ بالخصوص لفظ شعر کے ماخذ اوراس کے بنیادی مفہوم سے وہ بہ خوبی آ گاہ ہوجائے گا۔اسے یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ شعر کے مفہوم کی تعیین میں اساسی حیثیت کسے حاصل ہے۔

## 1.2 تمہید

عام طور پر اہل تحقیق کا خیال ہے کہ ابتداء سے ہی شاعری انسانی زندگی کے لیے ادبی اظہار کا نہایت معتبر اور پسندیدہ ذریعہ رہی ہے۔اس میں جذبات واحساسات کو سمونے اور گردوپیش میں بکھری ہوئی کائنات اور اس کے مظاہر کو بیان کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ حیات و کائنات کے ایک ہی حوالے کو شاعری جس قدر متنوع رنگ وآہنگ عطا کرتی ہے، وہ اسی کا حصہ ہے۔

## 1.3 ''شعر'' کا لغوی مفہوم

سہ حرفی مادے ش، ع، ر کے اندر دو بنیادی مفہوم پائے جاتے ہیں۔

1- ثبات وجماؤ 2- عِلم و علَم

پہلے مفہوم 'ثبات و جماؤ' کی مثال تو لفظ ''شَعْر'' ہے جس کے معنی 'بال' کے ہوتے ہیں۔ گویا بال کو شَعر اس لیے کہتے ہیں کہ اسے جلد کے اندر ثبات و جماؤ اور قرار حاصل ہوتا ہے۔اس کی جڑیں کھال سے پیوستہ ہوتی ہیں۔

دوسرے مفہوم 'عِلم وعلَم' کے لیے لفظ 'شِعار' کو پیش کیا جاتا ہے، جس کے معنی ''اس بولی، آواز یا نعرے کے ہوتے ہیں جسے دوران جنگ میں لوگ اس لیے بلند کرتے ہیں تا کہ باہم متعلق افراد ایک دوسرے کو جان اور پہچان سکیں۔''

لفظ 'شِعر' مذکورہ سہ حرفی مادے کے ثلاثی مجرد فعل کا مصدر ہے اوراس کے معنی احساس وشعور، فہم وادراک، علم وآگہی اور تفطّن کے ہیں۔عربی کا مشہورِ عام مقولہ ہے: ''یالیت شعري'' جس کا بدیہی مفہوم یہ ہے کہ: 'اے کاش مجھے پتا ہوتا!'۔اسی طرح ایک مشہور لفظ ''مَشاعِر'' ہے جو اسی مادے سے بنا ہے، اس کے معنی 'حواس' کے ہوتے ہیں چناں چہ عربی شاعر نے اسے اپنے ایک شعر میں یوں استعمال کیا ہے:

والرأس مرتفع فيه مشاعره يهدي السبيل له سمع و عينان

(سر ایک عضو بلند ہے اور بلندی پر واقع ہے، اس کے اندر انسان کے حواس موجود ہیں جن تک رسائی کے لیے کان اور آنکھیں ہیں۔)

لفظ شعر اور شعور کے حوالے سے اہلِ لغت یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے اندر عام احساس وادراک سے کہیں زیادہ بلیغ معنی پایا جاتا ہے چناں چہ کوئی اگر یہ کہے کہ: ''فلانٌ لَا يَشْعُر''(فلاں شعور نہیں رکھتا) تو یہ عبارت ''فلانٌ لايَسْمعُ و لايُبْصِرُ''(فلاں آنکھ اور کان نہیں رکھتا) سے زیادہ بامعنی اور بلیغ سمجھی جائے گی۔

کہتے ہیں کہ شاعر کو شاعر اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اسے ان چیزوں کا ادراک ہوجاتا ہے جن تک عام لوگوں کی رسائی نہیں ہوتی یا جن کا ادراک دوسروں کو نہیں ہوا کرتا۔ بہ طور دلیل مشہور معلقاتی شاعر عنترہ کا درج ذیل شعر پیش کیا جاتا ہے۔

هل غادر الشعراء من متردم أم هل عرفت الدار بعد تو هم

یعنی شعراء نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جن تک ان کی رسائی نہ ہوئی ہو، گویا ان کی قوتِ مدرکہ نے ایک ایک چیز کو اپنے ادراک کی گرفت میں

لے رکھا ہے۔عربی نحو ولغت کے مشہور بنیاد گزار اخفش کا خیال ہے کہ لفظ شاعر اسم فاعل ضرور ہے لیکن وہ 'لابن' اور 'تامر' جیسے اسم فاعل کی طرح ہے یعنی جس طرح صاحبِ لبن کو لابن اور صاحبِ تمر کو تامر کہتے ہیں اسی طرح صاحبِ شعر اور ذی شعور کو شاعر کہا جاتا ہے۔اسی طرح عربی میں 'شعرٌ شاعرٌ'' کی ترکیب مستعمل ہے جس کے معنی عمدہ اور بہترین شعر کے ہوتے ہیں۔

مذکورِ بالا تشریحات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ لغوی طور پر حیات وکائنات سے وابستہ اسرار ورموز اور حقائق وواقعات تک رسائی کا نام 'شعر' ہے، اور یہ ایک مخصوص ملکہ ہے جو عام انسانی حواس میں ایک خاص شانِ امتیاز کی جلوہ نمائی کے بعد ظہور پزیر ہوتا ہے۔مزید برآں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ لغوی اعتبار سے ہر وہ بیان یا کلام جو مذکورہ صفات کا حامل ہو 'شعر' کہلائے جانے کا مستحق ہوگا، خواہ وہ منظوم ہو یا منثور چناں چہ لغت کی رو سے منظوم ہونے کے علاوہ شعر منثور بھی ہوسکتا ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ شعر کے نثر میں ہونے کے نہ صرف قدیم عرب ادباء قائل رہے ہیں بلکہ قدیم یونانی، عبرانی اور ہندستانی ادباء بھی اسی رائے کے حق میں تھے۔البتہ وزن وقافیہ سے متصف اور بہرہ مند ہونے کے سبب شعر کا اطلاق بالعموم منظوم کلام پر ہونے لگا چناں چہ صاحب 'القاموس المحیط' الفیروزآبادی کہتے ہیں:

"والشعر: غلب على منظوم القول لشرفه بالوزن والقافية وإن كان كل علم شعرا"

اس مضمون کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہوئے صاحب 'لسان العرب' ابن منظور افریقی کہتے ہیں:

''اگرچہ ہر علم شعر کہلائے جانے کا مستحق ہے لیکن وزن وقافیہ سے متصف منظوم کلام پر اس کا اطلاق زیادہ کثرت سے ہوتا ہے۔جس طرح ہر سوکھی وگیلی اور چھوٹی وبڑی لکڑی کو 'عود' کہہ سکتے ہیں لیکن لفظ عود کا اطلاق ایک مخصوص قسم کی خوش بودار لکڑی پر ہی ہوتا ہے۔''

شعر کی اس لغوی حد بندی کو آگے بڑھاتے ہوئے مشہور صاحب لغت ازہری کہتے ہیں:

الشعرالقريض المحدود بعلامات لا يجاوزها والجمع أشعار

''شعر اس منظوم کلام کو کہتے ہیں جو چند علامتوں اور دائروں کا پابند ہو جن سے تجاوز نہ کیا جائے اس لفظ کی جمع اشعار ہے۔''

صاحب مجمع البحرین فخر الدین طریحی کے خیال میں:

''شین کے کسرہ اور عین کے سکون والے لفظ 'شِعْر' کے معنی نظم موزون کے ہیں اور اس کی تعریف یہ ہے کہ: ''اس کی ترکیب مضبوط اور بندش ٹھوس اور گٹھی ہوئی ہو، وزن وقافیہ سے آراستہ ہو اور بالقصد موزوں کیا گیا ہو'' پھر آگے مشہور لغت 'المصباح' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: جو نظم ان شروط وقیود سے یا ان میں سے کسی ایک یا کچھ شرائط سے خالی ہو اسے شعر کہا جائے گا نہ اس کے کہنے والے کو شاعر۔لہٰذا کتاب کے اندر تحریری شکل میں جو موزوں کلام موجود ہے اسے شعر اس لیے نہیں کہا جائے گا کہ وہاں قصد وارادہ اور قافیہ کا فقدان ہے۔اسی طرح بلاارادہ لوگوں کی زبانوں پر جاری ہوجانے والے موزوں کلام بھی اس لیے شعر قرار نہیں پائیں گے کہ لفظ 'شعر' 'شَعَرْتُ' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں مجھے خبر ہے، میں جانتا ہوں اور چوں کہ مذکورہ صورتوں میں قصد وارادہ کا وجود نہیں ہے تو گویا کہنے والا بے خبر ہے، لاشعوری میں کچھ کہہ گیا ہے۔

اوپر شعر کی جو لغوی تعریف درج کی گئی ہے وہ عام طور پر بیشتر اہل علم اور اصحاب لغت کے یہاں تسلیم کی گئی ہے تاہم بعض لوگوں کے خیال میں عربی کا لفظ ''شعر'' عبرانی لفظ ''شیر'' سے ماخوذ ومستفاد ہے، جس کے معنی ''غناء'' کے ہوتے ہیں۔ان کا ماننا ہے کہ لفظ شعر کا یہ مستدل اس لیے قابل ترجیح ہے کہ ابتدا سے آج تک شعر کو پڑھنے، سنانے اور پیش کرنے کے لیے اہل عرب ''أَنْشَدَ فُلَانٌ قَصِيدَةً'' کی تعبیر اختیار کرتے چلے آرہے ہیں یعنی فلاں نے قصیدہ گنگنایا، نغمہ سنج ہوا وغیرہ۔اسی طرح شعر بہ معنی علم وآگہی کو وہ لوگ یہ کہہ کر رد کرتے ہیں کہ شعرائے زجل اور لوک گیتوں کے خالق شعراء کبھی بھی

قوم کے سب سے ممتاز اہل علم نہیں رہے بلکہ ان میں بہت سے تو اکثر حرف ناآشنا رہے ہیں خود جاہلی شعراء اور معلقاتی شعراء کا بھی یہی حال رہا ہے تاہم قدرت کی طرف سے انھیں ایک خاص ملکہ عطا ہوا تھا اور ایک مخصوص ذوق کے وہ مالک تھے۔

## 1.4 شعر کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی مفہوم:

''شعر اس منظوم کلام کو کہتے ہیں جس میں وزن و بحر (Metre) اور قافیہ (Rhyme) پایا جاتا ہو اور اس میں نادر افکار، عمدہ خیالات، پر اثر مناظر اور اچھوتے جذبات و احساسات کی بہترین ترجمانی اور عکاسی کی گئی ہو۔''

شعر کی اس اصطلاحی تعریف کو جامعیت عطا کرتے ہوئے احمد امین کہتے ہیں:

''جن دو شرطوں کی بہ دولت شعر شعر ہوتا ہے وہ (۱) وزن و قافیہ اور (۲) شعور و وجدان کی بھرپور نمائندگی ہے۔ اگر کوئی ادب پارہ ان دونوں شرطوں کا جامع ہے تو وہ بلا شبہ شعر ہے اور اگر صرف پہلی شرط موجود ہو دوسری نہ پائی جائے تو وہ محض نظم ہے شعر نہیں۔ اسی طرح اگر دوسری شرط تو موجود ہو مگر پہلی مفقود ہو تو وہ شعری نثر ہے جو شعر ہوتے ہوتے رہ گیا اگر وزن مفقود نہ ہوتا ان دونوں شرطوں کی وجہ سے نظم کا ایسا معتد بہ حصہ جسے لوگ شعر باور کرتے ہیں حالاں کہ وہ شعر نہیں ہے، فہرست سے خارج ہو جاتا ہے۔''

شعر کسی سادہ کاوش کا نام ہے نہ یہ کھلنڈروں کا کھیل ہے بلکہ یہ ایک قسم کی ہنرمندی اور فن کاری ہے جو مشق و مزاولت سے نکھرتی جاتی ہے۔ شعر کو ہنر اور فن کہتے ہوئے کچھ عجیب سا ضرور لگتا ہے لیکن حقیقت واقعہ یہی ہے چناں چہ قدیم یونانیوں کے یہاں شاعر کے معنی صنعت کار، کاریگر اور ہنرمند کے ہوتے تھے جیسا کہ ہم جانتے وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں تصویر کشی، بت سازی، پیکر تراشی اور رقص و موسیقی جیسے فنون لطیفہ کے ساتھ ہی شعر کا ذکر کرتے ہیں۔ خود عربی زبان میں بھی یہ یونانی مفہوم لفظ شاعر میں پایا جاتا ہے چناں چہ شاعر کے معنی عالم کے ہیں اور شعر علم کے مترادف ہے اور یہ بدیہی حقیقت ہے کہ علم کو فنون اور صنعتوں کے خانے میں شمار کیا جاتا ہے۔ قدیم عربی شاعری میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ شعر یا شاعری ایک گونہ ہنرمندی اور صنعت گری ہے چناں چہ شعراء نے کبھی شعر کو یمنی چادر سے تشبیہ دی ہے تو کبھی اسے لباس و پوشاک، ریشمی جوڑے اور بیل بوٹے والے جوڑے وغیرہ سے مشابہ قرار دیا ہے۔ گویا ان کے خیال میں شعر پارچہ بافی اور کپڑا سازی جیسا کوئی ہنر ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر بہت سے ادباء واضح لفظوں میں اسے صنعت گری قرار دیتے ہیں چناں چہ جاحظ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: ''عربوں کی بہترین صنعت اور ہنرمندی وہ اشعار ہیں جنہیں آدمی بہ وقت ضرورت پیش کرتا ہے۔

لہٰذا یونانیوں کی طرح عربوں کے یہاں بھی شعر ایک ہنر اور فن ہے البتہ یہ فن ذرا پیچیدہ ہے، اس کے کچھ مستحکم اصول و ضوابط ہیں جن سے کوئی شعری فن کار سر مو انحراف نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ زمانے کے ساتھ شعری اصول و ضوابط بھی نئے دن دیکھیں اور ترقیوں سے ہم کنار ہوں۔

صاحب اقرب الموارد شیخ سعید الخوری الشرتونی شعر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ذہن و دماغ میں ابھرنے والے افکار و خیالات کی تصویر کشی اور رنج و الم شادی و غم کی حالت میں قلب پر طاری ہونے والی گوناگوں کیفیات کی عکاسی اور منظر کشی کا نام شعر ہے۔ بہترین شعر وہ ہے جن میں مذکورہ افکار و خیالات اور کیفیات کو اس طرح اجاگر کیا گیا ہو کہ وہ عام حواس کا حصہ بن جائیں بلکہ شعر شاعر کی

زبان سے نکل کر سامع کے قلب میں جا گزیں ہو جائے۔''

اصل میں شعر یہی ہے البتہ اصطلاحِ محض کے اندر موزوں ومقفی کلام کا نام شعر ہے اور جس کلام میں وزن وقافیہ کا پاس نہ رکھا گیا ہو انھیں شعر نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح موزون ومقفی کلام کے معانی میں اگر شعریت ناپید ہو تو اسے محض اصطلاحاً شعر کہا جائے گا اور ذوقِ ادبی اس کے شعر ہونے کا انکاری ہوگا۔ بہتر یہ ہوگا کہ شعر کے بہ جائے اس کا نام کلام موزون رکھ دیا جائے اور اس کے کہنے والے کو شاعر کے بہ جائے وزّان کا لقب دیا جائے جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

فان كنت لا تبغي سوى الوزن وحده

فقل أنا وزان وما أنا شاعر

(اگر تمھیں محض وزن سے غرض ہے تو یہ اعلان کردو کہ میں وزان ہوں شاعر نہیں۔)

گویا وہی کلام شعر کہلاتا ہے جو نظم کی صورت میں ہو اور اس میں غنایت وموسیقیت بھی پائی جاتی ہو۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند ایسی مثالیں عربی شاعری سے پیش کردی جائیں جن میں تخیلات وتصورات کو محسوسات کی شکل میں پیش کیا گیا ہو۔ واضح رہے کہ اس طرح کی مثالوں سے عربی شاعری مالا مال ہے لیکن ظاہر ہے یہاں پر احاطہ مقصد نہیں ہے بس بہ غرض تفہیم چند مثالوں پر اکتفا کیا جائے گا۔

بحتری ایک قصیدے میں ابوسلم بن حمید کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے:

إذا ارتدّيومُ الحرب ليلاً رددته        نهاراً بلأ لاءِ السيوفِ الصوارم

(اگر کبھی جنگ تیرگیِ شب میں بھڑک اٹھتی ہے تو میں اس کی تاریکی کو دھاردار اور تیز تلواروں کی چمک سے دن بنا دیتا ہوں)

وإن غلت الأرواح أرخصت سومها        هنالك في سوق من الموت قائم

(اور اگر جانیں گراں قیمت ہو جاتی ہیں تو میں موت کے بازار میں ان کا نرخ ارزاں کر دیتا ہوں)

بضرب يشيد المجدَ في كل موقفٍ        ويُسرع في هدم الطلى والجماجم

(ایسے وار اور ایسی مار کے ذریعہ جو ہر جگہ عظمت و بزرگی کو دوبالا کرنے والی ہے اور جو بڑی تیزی کے ساتھ گردنوں اور کھوپڑیوں کو جدا کرنے والی ہے)

فتصرف وجه المجدأبيض مشرقاً        بوجهٍ من الهيجاء أسود قاتم

(چنانچہ وہ عظمت و بزرگی کے رخِ زیبا کو روشن وتابناک بنا دیتی ہے جب کہ وہ جنگ کے سبب لہو رنگ اور سیاہ ہو جاتے ہیں)

اسی طرح ابن القیسر انی نے ایک خوش الحان گلوکار کے حوالے سے کہا ہے کہ:

ماأنت حين تغنّي في مجالسهم        إلّا نسيم الصبا والقوم أغصان

(تم جس وقت ان کی محفلوں میں نغمہ سنج ہوتے ہو تو گویا تم بادِ نسیم کے خوش گوار جھونکے ہوتے ہو اور دوسرے لوگ ٹہنیاں اور شاخیں ہوتی ہیں جو ان خوش گوار جھونکوں کے سبب جھوم رہے ہوتے ہیں اور رقص کناں ہوتے ہیں۔)

کیا یہ اشعار یہ بتانے کے لیے کافی نہیں کہ تخیل وتصور کی بلند پروازی اورفکر وخیال کی تصویر کشی سے کس طرح شاعر معنوی کیفیات کو حسّی اور معنوی شکل عطا کر دیتا ہے۔

لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ بہ حیثیت ادب پارہ شعر حیات وکائنات کی اس نغمگی تعبیر کا نام ہے جسے شاعر اپنے وجدان وشعور کے ذریعہ محسوس کرتا ہے اور پھر خود اپنے اوپر پڑنے والے اس کے اثرات کی تصویر کشی کرتا ہے یعنی سکوتِ لالہ وگل سے کلام پیدا کرنے کا نام شاعری ہے۔ کیفیات، جذبات اور احساسات کا نقشہ الفاظ میں کھینچ کر رکھ دینے کا نام شاعری ہے۔ ابن خلدون نے شعر کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

> ''شعر اس بلیغ کلام کو کہتے ہیں جو استعارے اور صفات پر مبنی ہو، یکساں وزن وقافیہ سے متصف ہو، اس کا ہر جزء اپنے آپ میں مکمل اور ماقبل ومابعد سے آزاد ہو اور عربوں کے متعین کردہ مخصوص اسالیب پر اسے وضع کیا گیا ہو۔''

شعر کی مذکورہ بالا اصطلاحی تعریف وتشریح کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ:

حیات وکائنات کی مختلف تصویروں کو شاعری ہم تک براہ راست منتقل نہیں کرتی ہے بلکہ وہ تصویریں شاعر کے اپنے گرد وپیش کے مشاہدے، افتادِ طبع، ذوق ومزاج، عقل وخرد اور قلب ونگاہ سے تشکیل پاتی ہیں۔

حقیقی شاعری منجمد فکر سے نہیں پھوٹتی ہے بلکہ کسی انسانی تجربے سے رونما ہوتی ہے۔ یہ انسانی تجربہ ذہن ودماغ اور قلب ونظر کا تجربہ ہوتا ہے جو صحیح معنوں میں ایک بصیرت افروز آگہی کا نام ہے جس کے ذرائع عقل ونقل اور منطق وبرہان نہیں بلکہ ادراک وبصیرت اور خود قلب ہوتا ہے۔

## 1.5 خلاصہ

لغت کی رو سے لفظ شعر علم وآگہی اور ادراک وشعور سے عبارت ہے اور غنائیت وموسیقیت بھی اس کی ماہیت کا ضروری حصہ ہے۔ جمہور اہل لغت اسے شَعَرْتُ بہ معنی عَلِمْتُ اور اَدْرَکْتُ تسلیم کرتے ہیں جب کہ بعض اہل علم اس کی اصل عبرانی لفظ ''شیر'' کو باور کرتے ہیں جس کے معنی ''غناء'' ہوتے ہیں۔

شعر کا اصطلاحی مفہوم بہت حد تک لغوی مفہوم سے ہی مستنبط ومستفاد ہے بالخصوص شاعر کے وجدان وشعور اور حواس کی کارفرمائی کے ساتھ وزن وقافیہ کی ہم آہنگی اور نغمگی کو اصطلاحی مفہوم کی تعیین میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

## 1.6 نمونے کے امتحانی سوالات

1- لفظ شعر کے مادے میں بنیادی مفہوم کتنے ہیں اور کون کون سے؟ تفصیل کے ساتھ لکھیے۔

2- لفظ شعر کے مآخذ اہل لغت کے یہاں کیا ہیں؟ دلائل کے ساتھ لکھیے۔

3- شعر کی اصطلاحی تعریف میں اساسی اجزاء کیا ہیں تفصیل سے لکھیے۔

4- فإن كنت لا تبغي سوى الوزن وحده    فقل أنا وزان وما أنا شاعر
کی وضاحت کیجیے۔

5- شعر علم ہے کہ فن جائزہ لیجیے۔

## 1.7 فرہنگ

| لفظ | | معانی |
|---|---|---|
| تفطّن | : | سمجھنا،محسوس کرلینا |
| غناء | : | ترنم،نغمگی،خوش آوازی |
| مشاعر | : | مشعر کی جمع ہے،’حواس‘ |
| لابن | : | لبن یعنی دودھ والا |
| تامر | : | تمر یعنی کھجور والا |

## 1.8 مطالعہ کے لیے معاون مراجع


1- عربی لغات مثلاًلسان العرب، القاموس المحیط، محیط المحیط، معجم مقاییس اللغتہ اور مجمع البحرین وغیرہ

2- أدب العرب مارون عبود

3- النقدالأدبي أحمدأمین